کتب سماوی پر ایک نظر

از

جناب ذوقی شاہ صاحب

(۱)

دہریت اور لامذہبی کے اس دورِ تاریک میں اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی ایسے لوگ اس دنیا میں بکثرت موجود ہیں جو ہستی حق تعالیٰ کے قائل، ضرورت مذہب کے معترف، اور کتبِ سماوی کے منزل من اللہ ہونیکے معتقد ہیں۔ مگر اس طبقۂ مذہبی کے وہ لوگ جو اپنے آبائی یا ملکی مذہب کی رسمًا یا تقلیدًا کورانہ پابندی پر قانع رہنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذاتی تحقیقات سے مذاہب مختلفہ کا مطالعہ و مقابلہ کرکے مذہب حقہ کی تلاش کے درپئے رہتے ہیں، اس تحقیقات کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ جن صحف سماوی کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہے وہ اپنے اس دعوی میں کس حد تک صادق ہیں۔ اس تحقیقات کے لئے عقل سلیم مندرجہ ذیل امور قابل غور قرار دیتی ہے۔

۱۔ جس کتاب کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہے وہ حقیقت میں منزل من اللہ ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی صورت و کیفیت نزول کیا تھی اور وہ کب اور کس پر نازل ہوئی؟

۲۔ آج بھی وہ اپنی اصلی اور ابتدائی صورت میں محفوظ ہے یا اُس میں لوگوں کی جانب سے ترمیمات و تنسیخات و تغیرات و تبدلات و تحریفات لفظی و معنوی نے دخل پاکر کلامِ اصلی کی صورت کو بدل ڈالا ہے؟

۳۔ آیا اُس کتاب کی تعلیمات سے اُس کے منزل من اللہ ہونے کی تائید ہوتی ہے اور وہ تعلیمات واضح، صاف اور بنی نوع انسان کے لئے مفید اور کافی بھی ہیں یا نہیں؟

مندرجہ بالا معیار سے ہم ان مشہور و معروف کتابوں پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں جن کی بابت منزل من اللہ ہونے کا کسی نہ کسی طبقہ میں دعویٰ کیا جاتا ہے۔

بائبل سب سے پہلے ہم بائبل کو لیتے ہیں جو علمائے نصاریٰ کے نزدیک مجموعہ ہے ان صحائف کا جو انبیا بنی اسرائیل پر نازل ہوئے۔ یہ مجموعہ مشتمل ہے عہد عتیق اور عہد جدید پر۔ عہد عتیق میں توریت اور وہ دیگر کتب بھی شامل ہیں جو قبل مسیح علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل پر نازل ہوئیں۔ عہد جدید میں اناجیل اربعہ اور ان کے ساتھ حواریین کے اعمال، خطوط، اور مکاشفات بھی شامل ہیں۔

مسلمان توریت، زبور، انجیل اور دیگر انبیا کے صحیفوں کو کلام الٰہی اور منزل من اللہ تسلیم کرتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ توریت موسیٰ علیہ السلام پر۔ زبور داؤد علیہ السلام پر۔ اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی مگر جس قرآن کی رو سے انہوں نے ان کتابوں کا کلام الٰہی ہونا جانا اسی قرآن کی رو سے ان پر یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ بعد میں ان میں تحریفات واقع ہوئیں اور یہ اپنی ابتدائی اور اصلی صورت میں محفوظ نہ رہیں۔

غیر مسلم مذہبی طبقہ کے لئے البتہ اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ پہلے ان کتابوں پر تحقیقی نظر ڈالیں ان کی سرگذشت سنیں، ان کے ساتھ خود اہل کتاب اور اغیار نے جو سلوک کیا اس کی تفتیش کریں، ان کتابوں کے مضامین پر غور و خوض کریں، پھر کوئی رائے ان کے متعلق قائم کریں۔

عہد عتیق موجودہ عہد عتیق میں انتالیس (۳۹) کتابیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سترہ^۱۷ کتابیں ایسی بھی ہیں جو کسی زمانہ میں عہد عتیق میں شامل تھیں مگر اب ان کا کہیں پتہ نہیں گو ان کے حوالے موجود بائبل میں اب بھی موجود ہیں۔ تینتیس^۳۳ کتابیں ایسی بھی ہیں جو کسی زمانہ میں بائبل کے اس حصہ میں شامل تھیں مگر اب علماء اہل کتاب نے انہیں جعلی قرار دیکر عہد عتیق سے خارج کر دیا ہے۔ بعض کے نزدیک پچپن^۵۵ کتابیں ایسی ہیں جو کسی زمانہ میں عہد عتیق میں شامل تھیں مگر اب اس مجموعہ سے خارج ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل سے بعد میں بحث کی جائے گی۔ سردست اون خارجی واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے جو اب تک بائبل کے ساتھ پیش آچکے ہیں،

سرگذشت توریت اب مسیحیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ توریت پندرہ[۱۵۰۰] سو برس قبل مسیح لکھی گئی پیشتر وہ تمام و کمال ایک جلد میں تھی۔ لیکن بقول علمائے عیسوی جب بہتر (۷۲) علمائے ۲۸۲ قبل مسیح میں توریت کا ترجمہ عبرانی سے یونانی زبان میں کیا تو اس ایک کتاب کو پانچ مختلف کتابوں میں تقسیم کر دیا:۔

(۱) پیدائش۔ (۲) خروج۔ (۳) اخبار۔ (۴) گنتی۔ (۵) استثنار۔ باب و آیات کی تفصیل مسیح کے بارہ سو چالیس[۱۲۴۰] سال بعد کارڈنل ہوگو نے کی مگر یہ تقسیم کامل نہیں۔ کیونکہ کہیں کہیں معانی کے لحاظ سے اس تفصیل میں ربط باہمی نظر نہیں آتا اور اسی بنا پر طالب علموں کو عیسائی معلمین کی جانب سے ہدایت کی جاتی ہے کہ ان کتابوں کو پڑھیں تو اپنے کو آیات کی قید میں مقید نہ رکھیں بلکہ ہر بات کو حقیقی معنی و ربط کے مطابق دریافت کریں۔ اس کی تفصیل آگے چل کر آئے گی کہ علماء یہود و نصاریٰ نے خود توریت کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کن کن شکلوں اور صورتوں میں اُسے تبدیل کیا۔ یہاں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت نے اس کتاب کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور خارجی مصیبتیں اس پر کیا کیا نازل ہوئیں۔ متعدد بار توریت کے لکھے ہوئے نسخوں پر ایسی ایسی شدید آسمانی بلائیں نازل ہوئیں کہ یہ کتاب بار بار گم ہوئی اور مدتہائے دراز تک لوگوں کی نظروں سے مخفی رہی۔ ذرا تفصیل سنئے:۔

توریت کی پہلی بربادی بقول مسیحی مصنفین کے توریت کی پہلی گم شدگی ۶۹۸ قبل مسیح منتی بادشاہ یہودا کے عہد میں واقع ہوئی (دیکھو "احوال کتاب مقدس" حصہ اول۔ باب ۴۸۔ صفحہ ۱۱۷۔ مطبوعہ لندن ۱۸۶۰ء) تقریباً پچھتر (۷۵) برس کی مفقود الخبری کے بعد ۶۲۴ قبل مسیح بادشاہ یوسیاہ کے عہد میں کاہنوں کے سردار خلقیاہ نے اچانک اعلان کیا کہ اس نے ہیکل یروشلم میں توریت کی کتاب پائی جس وقت بادشاہ نے اس کتاب کو پڑھوایا تو گھبرا کر اپنے کپڑے پھاڑ دے (دیکھو دوم سلاطین باب ۲۲۔ آیات ۸ تا ۱۱)۔

اگرچہ عیسائی مصنفین توریت کے پہلی بار گم ہونیکا زمانہ عہد منسی کو قرار دیتے ہیں مگر بائبل سے اس کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ منسی نے اگر اپنی بدکاری اور بت پرستی کے دور میں توریت کو غائب کیا بھی ہوتا تو وہ تائب ہونے کے بعد اُسے ضرور ظاہر کر دیتا اور اُس کے تائب ہونے کی تشریح بائبل میں موجود ہے۔ (دیکھو دوم تاریخ۔ باب ۳۳) صحیح تر تحقیقات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۹۷۱ ق م قبل مسیح رحبعام شاہ یہود کی سلطنت کے پانچویں سال سیسق شاہ مصر نے جب یروشلم پر چڑھائی کی اور ہیکل اور یہودی بادشاہ کے گھر کو لوٹا اس وقت توریت ضائع ہوی۔ اس حساب سے قریب تین ۳۰۰ سو برس تک توریت غائب رہی (دیکھو اول سلاطین باب ۱۴۔ آیات ۲۵ و ۲۶)۔

بہرحال توریت لوگوں سے ۴۷ یا ۵۷ برس غائب رہی ہو یا قریب ۳۰۰ برس کے، اس میں شک نہیں کہ جب کاہنوں کے سردار خلقیاہ نے اُس کے دوبارہ ہاتھ آنے کا اعلان کیا تو قوم میں اُس وقت ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو مضامین توریت سے آگاہ ہوتا اور اس امر کی تصدیق کر سکتا کہ اصلی توریت ہاتھ آئی ہے یا کوئی اور کتاب جو غلطی سے توریت سمجھ لی گئی ۔ اس نتیجہ پر آنے کے متعدد اور نہایت قوی وجوہ موجود ہیں۔

اگلے زمانہ میں فن طباعت ایجاد نہ ہوا تھا۔ نہ کاغذ کا وجود تھا۔ پتھر، سیسے، یا لکڑی کے تختوں پر عبارتیں کندہ کی جاتی تھیں۔ کلدانی اور بابلی مٹی کی تختیاں بنائی جاتی تھیں اور اُن پر ایک قسم کا رنگ پھیر کر انہیں آگ میں پکا لیا جاتا تھا۔ کالدیا بابل نینوا اور مصر میں لوگ انہیں الواح پر شاہی فرامین قوانین سلطنت، اور مختلف علوم و فنون کے متعلق معلومات لکھ لیا کرتے تھے۔ مصریوں نے نخلستان وادی نیل کی ایک خاص قسم کی نئے کے مغز سے ایک کاغذ تیار کیا تھا جسے وہ "پاپرس" کہتے تھے مصر شام اور یونان میں اسی کاغذ پر کتابیں لکھی جانے لگیں۔ لیکن جب مصریوں نے اس کاغذ کا اپنے ملک سے ممالک غیر کے لیے نکاس بند کر دیا تو ممالک غیر کے باشندوں نے چمڑے کو صاف کر کے اس پر لکھنا شروع کیا

اس قسم کے چمڑے کو "پارچمنٹ" کہتے ہیں۔ ولادت مسیح سے ایک صدی قبل تک "پارچمنٹ" کا رواج رہا اور صحائف اسی پر لکھے جانے لگے لیکن چونکہ یہ کاغذ قیمتی ہوتا تھا جدید نسخوں کی تحریر کے لئے اکثر قدیم نسخے چھیل ڈالے جاتے تھے یا پرانی روشنائی کو دھو کر جدید تحریر کے لئے چرمی کاغذ صاف کر لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد خس کی وصلی ایجاد ہوئی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہونے لگا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں کپڑے سے کاغذ بنایا گیا۔ ابتدائی زمانہ میں کتابیں کاغذ کے ایک ہی طرف لکھی جاتی تھیں اور لپیٹ کر رکھی جاتی تھیں۔ جن کے کھولنے کے لئے بڑی سی جگہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ بعد میں مربع اوراق پر دو طرفہ لکھنے کی رسم جاری ہوئی ہے۔ لوہے کے ڈھلے ہوئے حروف کے ذریعہ طباعت کا فن یورپ میں پندرہویں صدی عیسوی کے وسط میں ایجاد ہوا، اور پتھر کی چھپائی یعنی لیتھوگرافی اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں ایجاد ہوئی۔

مندرجہ بالا حالات کی بنا پر اگلے زمانہ میں کتابوں کا لکھنا اور اُنہیں حفاظت سے رکھنا بہ نسبت زمانہ حال کے بہت ہی زیادہ دشوار تھا۔ کتابوں کی نقلوں کی وہ کثرت نہ تھی جو آجکل دیکھنے میں آتی ہے۔ ہر کتاب کے نسخے بہت ہی محدود ہوتے تھے اور وہ بھی بڑی دقت سے تیار کئے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ توریت کے نسخوں کی بھی اس زمانہ میں وہ کثرت نہیں ہو سکتی جو آجکل طباعت کی آسانیوں کی بدولت بائیبل کے نسخوں کی نظر آ رہی ہے۔ خود بائیبل کے مضامین توریت کے نسخوں کی اُس زمانہ میں انتہائی قلت پر دلالت کرتے ہیں۔ جو بات یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے یہ ہے کہ صرف ہیکل میں ایک نسخہ توریت کا رہتا تھا اور تمام بنی اسرائیل وہیں آکر اسے سُن لیا کرتے تھے اور وہ بھی ہر سال نہیں بلکہ سات سال کے بعد توریت سنائی جاتی تھی (دیکھو استثنار۔ باب ۳۱۔ آیات از ۹ تا ۱۳ و ۲۶ و نحمیاہ۔ باب ۸)۔

توریت کے نہ حافظوں کا وجود تھا نہ اُس کی کثرت تلاوت کا بنی اسرائیل کو ذوق، نہ اس ذوق کا کوئی سامان۔ بنی اسرائیل کے عام لوگوں کی شرارت اور فتنہ پردازی سے موسیٰ علیہ السلام

خوب اچھی طرح واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے توریت کا نسخہ اپنے جانشین یوشع علیہ السلام کو دیا تھا۔ اور فرما دیا تھا کہ اسے ہر ساتویں برس لوگوں کو سنا دیا کریں۔ استثنا رباب ۱۷۔ آیت ۱۸ میں یہ بھی لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کا ہر بادشاہ توریت کی ایک نقل اپنے پاس رکھا کرے۔ مگر اس حکم کی تعمیل جاری نہ رہی یا جاری نہ رہ سکی۔ یوشع علیہ السلام کے بعد اکثر اسرائیلی بادشاہ اور امراء بت پرست بن گئے "کاہن شراب خور ہو گئے" اور ساری قوم شدید بدکاری میں مبتلا ہو گئی۔ بلکہ بائبل کے بعض مقامات میں تو معاذ اللہ انبیائے بنی اسرائیل کی بھی شان میں ایسے اتہامات اور گستاخانہ کلمات پائے جاتے ہیں جن سے کوئی مسلمان اتفاق نہیں کر سکتا۔ بہر حال بحیثیت مجموعی قوم بنی اسرائیل کی بے ہودگیاں اور بدکاریاں اس حد تک پہنچ گئیں تھیں کہ قوم سے توریت کی حفاظت نہ ہو سکی اور توریت کا کوئی نسخہ نہ ہیکل میں محفوظ رہ سکا نہ بادشاہ کے پاس چنانچہ جب کاہنوں کے سردار خلقیاہ نے توریت کا نسخہ یوسیاہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو بادشاہ اور ساری قوم کے لوگ مضامین توریت سے اتنے ناواقف تھے کہ مدت کی لکھوئی ہوئی توریت کے مضامین سن کر سب کے سب گھبرا گئے اور بادشاہ نے بدحواسی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ "تعلیم الایمان" مطبوعہ امریکن مشن عیسائیوں کی ایک مستند کتاب ہے جسے پادری روڈلف صاحب نے اپنے اہتمام سے عیسائی عالم و بزرگ ڈاکٹر جان مکڈول صاحب کی انگریزی زبان میں تصنیف کردہ کتاب سے اردو میں ترجمہ کرایا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۹ اور ۲۰ پر صراحت سے یہ ذکر موجود ہے کہ:-

> "منسی اور اموں بت پرست بادشاہوں کے عہد میں بائبل کی نقلوں کی اس قدر قلت ہو گئی کہ یوسیاہ بادشاہ نے اپنے سن جلوس کے اٹھارویں برس تک اس کی ایک جلد بھی نہ دیکھی"۔

جب واقعات یہ تھے تو کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ خلقیاہ نے جس کتاب کو پیش کیا وہ حقیقتاً توریت

ہی تھی۔ شریعت موسوی کی رو سے بھی اس تصدیق کے لئے کم از کم دو یا تین گواہوں کی ضرورت تھی (دیکھو استثنار۔ باب ۱۹۔ آیتہ ۱۵) یا تو دو تین شخص ایسے ہوتے جو توریت کے حافظ ہوتے اور گواہی دیتے کہ خلقیاہ کی لائی ہوی کتاب اصلی توریت سے مطابقت رکھتی ہے۔ یا دو تین گواہ ایسے ہوتے جن کے سامنے خلقیاہ کو وہ کتاب اس طور سے ہاتھ آتی کہ اُس کی صداقت میں کسی شبہ کی گنجایش باقی نہ رہتی۔

یہاں یہ مسئلہ بھی غور طلب ہے کہ دشمنوں کی برباد کی ہوی کتاب ۵۰۰ یا قریب ۳۰۰ برس کے بعد خلقیاہ کے ہاتھ کیونکر آ گئی۔ اگر کسی خیر خواہ نے اُسے دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کی غرض سے چھپا رکھا تھا تو وہ اُسے اپنے گھر میں رکھتا نہ کہ ہیکل میں کہیں اِدھر اُدھر پھینک دیتا اور وہ اتنی مدت تک سلامت رہتی۔ اگر بت پرست بادشاہوں نے اُسے کینہ سے چھپا نا چاہا تھا تو اُس کا جلا دینا آسان تھا بہ نسبت اُسے زمین میں دفن کر دینے کے۔ اگر زمین ہی میں دفن کیا تھا جیسا کہ اکثر عیسائی مصنفوں کا خیال ہے تو اتنی مدت تک زمین میں دفن کی ہوی چیز بالخصوص ایک کتاب خاک کیوں نہ ہو گئی اگر ساری کتاب نہیں تو چند اوراق ہی اُس کے بوسیدہ اور ضائع ہو گئے ہوتے۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ آپ مدت دراز تک کتاب کے بے احتیاط اور لا معلوم طور پر پڑے رہنے کے بعد بھی اُس کے ایک نقطہ کے جاتے رہنے کا بھی اہل کتاب اقرار نہیں کرتے۔ اگر زمین میں اُسے دفن نہیں کیا گیا بلکہ بے پروائی کے ساتھ اُسے ہیکل میں کہیں ڈال دیا گیا تھا تو ہیکل کا ایسا کونسا مقام تھا جہاں سالہائے دراز تک وہ کتاب محفوظ پڑی رہی اور ہیکل کے سینکڑوں ہزاروں خدمتگاروں نے اسے نہ دیکھا۔

ان جملہ امور پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ خلقیاہ کی پیدا کردہ توریت موسیٰ علیہ السلام کی توریت نہ تھی۔ یہ توریت کی پہلی بربادی کا قصہ ہے۔

توریت کی دوسری بربادی | تقریباً چھ سو برس قبل ولادت مسیح بخت نصر تاجدار بابیل نے سلطنت یہود پر حملہ کیا۔ یہودیوں کو بے رحمی سے تہ تیغ کیا۔ جو قتل سے بچے انھیں قید کرکے لیگیا اور

بابل میں اسیر رکھا۔ زندہ یہودیوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس اسیری سے بچ رہا ہو۔ یرمیاہ باب ۴۴
میں اس واقعہ کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے :۔

"رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تمنے یہ ساری بلائیں جو میں نے یروشلم اور یہوداہ کے سارے شہروں پر نازل کیں دیکھیں اور دیکھ وے آج کے دن ویران ہیں اور اُن میں ایک بسنے والا بھی نہیں۔"

دوم تواریخ باب ۳۶ میں یہی واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :۔

"لیکن اُنہوں نے خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹے میں اُڑایا اور اُس کی باتوں کو ناچیز جانا اور اُس کے نبیوں سے بدسلوکی کی یہاں تک کہ خداوند کا غضب اپنے لوگوں پر ایسا بھڑکا کہ کوئی چارہ نہ رہا۔ تب وہ کسدیوں کے بادشاہ کو اُنپر چڑھا لایا۔ اُسنے اُن کے مقدس گھر میں اُن کے جوانوں کو تلوار سے مار ڈالا اور اُس نے نہ کنوارے پر نہ کنواری پر اور نہ بوڑھوں پر بلکہ اُس پر بھی جو بہت بوڑھا تھا رحم نہ کیا۔ خدا نے سب اُسکے قابو میں کر دیا اور وہ خدا کے گھر کے سارے چھوٹے بڑے باسنوں کو اور خدا کے گھر کے خزانے کو اور بادشاہ کے اور اُس کے امیروں کے خزانے کو سب کے سب بابل لیگیا۔ اور انہوں نے خدا کے گھر کو جلا دیا اور یروشلم کی دیوار کو ڈھا دیا اور اُس کے سارے محلوں کو آگ سے جلا دیا اور اُس کی ساری قیمتی چیزوں کو برباد کیا۔ اور وہ انہیں جو تلوار سے بچے بابل کو اسیر کر کے لے گیا اور وہاں وے اُس کے اور اُس کے بیٹوں کے غلام رہے جبتک کہ فارس کی سلطنت شروع نہ ہوئی۔"

یہ لوگ ستر (۷۰) برس بابل میں اسیر رہے۔ جب وہاں سے آزاد ہوئے تو اپنی مادری

زبان تک بھول چکے تھے اور کلدانی زبان کے علاوہ جو نواح بابل میں رائج تھی کسی دوسری زبان سے آشنا نہ تھے۔

اس تباہی کا وقوع ۵۸۶ قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل خلقیاہ کی پیش کردہ توریت توریت کا نسخہ عبادتخانہ میں رہتا تھا۔ مگر جب بخت نصر نے ہیکل کو لوٹا اور جلایا تو وہ نسخہ بھی ضائع ہو گیا چنانچہ بنی اسرائیل کے بابل سے واپس آنے کے بعد توریت کی تالیف جدید کی ضرورت پیش آئی اور بقول عیسائی علماء کے عزرا کاہن نے صدر مجلس کے مشورہ سے قریب ۴۵۰ قبل مسیح جدید توریت کو مرتب کرنا شروع کیا۔ توریت کی اس دوسری بربادی کے تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد جب ازسرنو کتاب کی تیاری شروع ہوئی تو کتاب تیار کرنیوالوں نے کچھ اپنے حافظہ پر اعتماد کر کے کچھ دوسروں کے زبانی بیان پر بھروسہ کر کے جو کچھ فراہم ہو سکا اُس سے توریت کو ایک تصنیفِ جدید کی صورت میں لکھنا شروع کر دیا۔ اُس وقت اگر توریت کا ایک نسخہ بھی کہیں سے ہاتھ آ گیا ہوتا تو اس کی نقل بہ آسانی ہو سکتی تھی، تصنیف جدید کے طور پر اُسے لکھنے کی ضرورت لاحق نہ ہوتی۔ یہ توریت کی دوسری بربادی کا قصہ ہے۔

اسی اسیری بابل کے زمانہ سے یا اس سے بھی پیشتر سے عہدنامے کا وہ صندوق بھی توریت کی طرح گم اور لاپتہ ہے جس میں دو لوحیں جو جناب الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو لکھ دیں تھیں اور من کا ایک مرتبان اور ہارون علیہ السلام کا عصا جس میں شاخیں پھوٹتی تھیں اور دیگر تبرکات رہتے تھے اور جسے بنی اسرائیل اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ بلکہ توریت کا گم ہونا عہدنامے کے صندوق کے گم ہونے سے بھی قبل سے ثابت ہے۔

توریت کی تیسری بربادی ولادت مسیح سے ایک سو ستر برس قبل انطاکیہ کے یونانی بادشاہ انیٹوکس نے یہودیوں کے مذہب اور اُن کی جداگانہ قومیت کو مٹانے کی غرض سے یروشلم پر بار بار حملے کئے۔

ہیکل کو بے حرمت کیا۔ مقدس صحیفوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلایا۔ یہودیوں کو بت پرستی پر مجبور کیا
جس نے بت پرستی کی رسوم سیکھنے سے انکار کیا اسے بڑی اذیت سے قتل کیا۔ جن لوگوں نے بادشاہ
کے اعلان کو نہ مانا اُن میں سے جتنے گرفتار ہوئے قتل کئے گئے۔ بیکدفعہ چالیس ہزار یہودی قتل ہوئے
اور اتنے ہی غلام بنا کر فروخت کئے گئے ہیکل کا قیمتی نفیس اسباب جس کی قیمت کا تخمینہ چار کروڑ انسٹھ لاکھ
ساٹھ ہزار کیا گیا ہے لوٹ لیا گیا۔ بادشاہ اینٹوئیس کے سپہ سالار اپلونیوس نے ایک مرتبہ یوم السبت
کو جبکہ سب یہودی عبادت کے لئے ہیکل میں جمع تھے قتل عام شروع کر دیا یہانتک کہ اُن لوگوں
کے سوا جو پہاڑوں میں بھاگ گئے یا غاروں میں جا چھپے کوئی سلامت نہ بچا۔ اس موقع پر فوجی سپاہیوں
نے سارے شہر کا مال لوٹ لیا اور متعدد مقامات پر آگ لگا دی۔ عالیشان عمارات کو توڑ کر اور
شہر پناہ کی دیوار کو گرا کر کوہ عکہ پر ایک مضبوط قلعہ بنا یا گیا اور اُس پر جو سپاہ متعین ہوئے انہیں
یہ حکم دیا گیا کہ جو لوگ ہیکل میں عبادت کے لئے آنے کی جرأت کریں اُنہیں بیدریغ جان سے مار دیا
جائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ہیکل کو جوپیٹر کا مندر بنا دیا اور اُس دیوتا کی سنگین مورت کو سوختنی
قربانی کے مذبح پر کھڑا کیا (دیکھو عیسائی تصنیف "مفتاح الکتاب" مطبوعہ مرزا پور ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۲۴
وصفحہ ۱۳۵)۔

متعدد عیسائی مورخین نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اینٹوئیس نے یروشلم کو فتح کر کے
عہد عتیق کے جس قدر نسخے اسے دستیاب ہوئے انہیں پھاڑ کر جلا ڈالا۔ اور حکم دیدیا کہ جس کے پاس
اس کتاب کا کوئی نسخہ نکلے یا جو شخص رسم شریعت کو بجا لائے وہ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی تعمیل
ماہانہ تفتیش کے بعد برابر ہوتی رہی۔

یہ تیسری بربادی ہے جو کہ توریت مع جملہ کتب عہد عتیق کی وقوع میں آئی۔ اس فتنہ کے فرو ہونیکے
بعد جب یہوداہ مقابیس نے ۱۶۵ قبل مسیح میں ہیکل کی مرمت شروع کی اُس وقت اُسنے توریت

وغیرہ کی ایک نقل کسی نہ کسی طرح پیدا کر کے ہیکل میں رکھی۔

توریت کی چوتھی بربادی ۷۰ء میں طیطس (ٹائیٹس) شہزادہ روم نے یروسلم کو فتح کر کے غارت کر دیا۔ ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کر ڈالا۔ ہزاروں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ تخمینہ ہے کہ کل تیرہ لاکھ ستاون ہزار چھ سو ساٹھ (۱۳۵۷۶۶۰) یہودی اس بلائے عظیم کا شکار ہوئے۔ اور توریت تو ایسی بے نام ونشان ہو گئی کہ اب تک اہل کتاب کو یہ گمان ہے کہ اُسے دارالسلطنت روم میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن یہ گمان ہی گمان ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ جب ہیکل کی آتشزدگی کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور لاکھوں مقتولوں کے خون کا سیلاب انسانی ہوش وحواس کو بہائے لیا جاتا تھا اور حرب وضرب نے شور قیامت برپا رکھا تھا۔ اُس وقت اتنی فرصت کسے تھی جو اس دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں سے ایک کتاب کو بچا نکالتا۔ پادری مریک "کشف الاسار فی القصص الانبیائے بنی اسرائیل" مطبوعہ ایڈن برگ ۱۸۴۶ء کے صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں کہ ہیکل کی اس آگ میں چھ ہزار آدمی جل کر ہلاک ہوئے۔ پادری اسکاٹ صاحب اپنی رومن تفسیر کے صفحہ ۱۸۵ پر لکھتے ہیں کہ :-

> لڑائی سے پیشتر طیطس نے چاہا کہ اُس کو (یعنی شہر کو) اور خاص کر ہیکل کو بچائے اور اس لئے اُس نے یوسف مورخ کو کئی بار یہودیوں کے پاس بھیجا کہ اپنی بغاوت کو چھوڑ دو اور شہر میرے قبضہ میں کر دو میں تم کو معاف کر دونگا اور تمہارا شہر غارت نہ ہوگا۔ مگر یہودیوں نے اس گھمنڈ پر بھروسہ کر کے کہ خدا ہماری طرف ہے اور ہماری شہر پناہ بھی مضبوط ہے اُس کی نہ سُنی اور یہاں تک بڑی جانفشانی اور ہمت سے اس کا مقابلہ کیا کہ آخر کو جب شہر اُسکے قبضہ میں آیا تب رومی سپاہ بہت غصہ ہو کر رک نہ سکی اور شہر میں پھیل کر مرد و عورت سبوں کو مارڈالا اور گھروں میں آگ لگا دی پھر یہودی

لوگ جو پناہ کے لئے ہیکل میں بھاگ گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ کچھ نہ بچیگا۔ تب آپ کئی برآمدوں میں آگ لگادی۔ اُس وقت رومی فوج حملہ کرکے ہیکل میں گھس پڑی اور ایک سپاہی نے بغیر حکم کے ایک مشعل خاص ہیکل کے اندر پھینکی تب جلد اُس میں آگ لگ اُٹھی طیطس نے اس کے بجھانے کا حکم کیا لیکن اُس زور شور کی ہلچل میں کون کسکی سنتا تھا۔ سپاہیوں نے ہیکل پر دھاوا کر دیا اور کسی طرح رک نہ سکے"

اس قیامت خیز ہنگامے میں توریت نہ کسی یہودی کے ہاتھ آسکتی تھی نہ پائے تخت روم میں منتقل ہوسکتی تھی۔ وہ شعلوں ہی کی نذر ہوئی۔ یہ توریت کی چوتھی بربادی کے واقعات ہیں۔

توریت کی پانچویں بربادی واقعات مندرجہ بالا کے تقریباً ۶۰ سال بعد قیصر ہیڈرین کے عہد میں یہودیوں کی پھر شامت آئی اور انہوں نے جابجا اپنا اجتماع کرکے رومیوں کے ساتھ پھر ایک جان توڑ مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ قریب پانچ لاکھ کے قتل ہوے۔ بقیہ لوگ شہر سے نکالے گئے اور یروسلم کے ویران کھنڈروں میں بھی انہیں آنے کی اجازت نہ ملی۔ رومیوں کو اُس شہر میں بسادیا گیا اور ہیکل یعنی بیت المقدس کو مسمار کرکے وہاں ہل چلوا دیے گئے پھر اُس جگہ جوپیٹر دیوتا کا ایک مندر کھڑا کر دیا گیا اور کوہ کلوری پر وینس دیوی کی مورت رکھدی گئی۔ شہر تک کا نام بدلکر ایلیہ رکھدیا گیا۔

اس سلسلہ میں توریت کی پانچویں تباہی واقع ہوئی۔

توریت کی چھٹی بربادی سنہ ۴۰۰ء کے قریب جبکہ رومیوں پر شمال کی جانب سے آئی ہوئی وحشی قوموں نے غلبہ حاصل کرلیا تو موسویت اور مسیحیت کی انتہا درجہ کی بیخکنی ہوئی۔ یہ قومیں بت پرست اور پرلے درجے کی جاہل اور وحشی تھیں۔ جہاں جہاں انکا غلبہ ہوا مدرسوں کتبخانوں علم اور دین کے مکتوبات اور نوشتوں پر تباہیاں اور آتشزدگیاں اور بربادیاں نازل ہوگئیں۔ ایک مدت تک ہر طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلتی گئی اور پرانے ادیان و مذاہب کی بیخکنی ہوتی رہی حتّٰی کہ دفعتاً عرب میں

آفتاب محمدی طلوع ہوا جس نے یک بیک سارا نقشہ بدل دیا۔

متذکرہ بالا وحشی قوم کے دورِ جہالت میں توریت پر چھٹی مرتبہ تباہی نازل ہوی۔

توریت کی ساتویں بربادی سنہ ۶۱۳ء میں شاہ ایران خسرو پرویز نے یروشلم پر چڑھائی کرکے اسے لے لیا اور نوے ہزار (۹۰۰۰۰) آدمیوں کو قتل کرڈالا۔ اور عیسائیوں کے تمام گرجاگھروں اور متبرک مکانوں کو حتی المقدور ڈھادیا۔ (دیکھو عیسائی تصنیف "الکتاب کے مقامات المعروف" مطبوعہ مرزاپور سنہ ۱۸۶۰ء صفحہ ۱۹ و ۲۰)۔

اس سلسلہ میں توریت کی ساتویں مرتبہ تباہی واقع ہوی۔ اس موقعہ پر اور اس سے قبل کے موقعہ پر توریت کے ساتھ تباہی میں انجیل بھی شامل ہوگئی و نیز عہد عتیق و عہد جدید کے دیگر صحائف بھی

توریت کی آٹھویں بربادی اس کتاب کی متذکرہ بالا تباہیاں تو وہ ہیں جو اغیار کے ہاتھ سے ہوئیں مگر خود یہودیوں نے بھی اپنی کتابوں کے برباد کرنے میں کمی نہیں کی۔ چنانچہ اس نوع کی بربادیوں کو بحیثیت مجموعی ہم توریت کی آٹھویں بربادی قرار دیتے ہیں۔ پادری گریز اسمتھ صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید ہوگئیں اس لئے کہ یہودیوں نے غفلت سے اور بے دینی سے بعض کتابوں کو کھو دیا اور بعض کو پھاڑ ڈالا اور بعض کو جلا دیا۔"

ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ عہد عتیق کے تمام عبرانی قلمی نسخے جن کا موجود ہونا ہمکو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار سو ساون برس کے درمیان کے لکھے ہوئے ہیں اور اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ تمام قلمی نسخے جو سات سو یا آٹھ سو برس پیشتر کے لکھے ہوئے تھے یہودیوں کی سینٹ (یعنی مجلس امراء) کے بعض حکموں کے بموجب معدوم کردیئے گئے تھے بوجہ اس کے کہ ان نسخوں میں بہت اختلاف تھا ان نسخوں کے ساتھ جنکو اس زمانہ میں خالص گنا جاتا تھا۔ بشپ والٹن صاحب بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سبب سے چھ سو برس کے نسخے ہمارے پاس چند ہیں اور سات سو یا آٹھ سو برس کے نسخے بہت کمیاب ہیں۔

خود اہل کتاب نے بائیبل کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ آئندہ اشاعتوں میں کی جائیگی۔